محمد احسن بٹ

اسرار ناروی

راہِ طلب میں کون کسی کا اپنے بھی بیگانے ہیں
چاند سے مکھڑے رشکِ غزالاں سب جانے پہچانے ہیں
بالآخر تھک ہار کے یارو ہم نے یہ تسلیم کیا
اپنی ذات سے عشق ہے سچّا باقی سب افسانے ہیں

آج سے ترپن سال قبل الٰہ آباد کے ایک چھوٹے سے گاؤں "نارہ" میں صفی اللہ صاحب کے یہاں ایک بچہ پیدا ہُوا تھا۔ جس کا نام "اسرار احمد" رکھا گیا۔

اسرار ناروی نے ابتدائی تعلیمات قصبہ نارہ میں حاصل کیں پھر اُنھوں نے 'ایوننگ کرسچین کالج' سے انٹرمیڈیٹ کیا اور بعد ازاں آگرہ یونیورسٹی سے بی۔ اے کیا۔ اُن کا گھریلو ماحول بڑا علمی اور ادبی قسم کا تھا۔ گھر میں قدیم داستانوی، الف لیلوی، طلسماتی ادب سے لے کر طب، فلسفہ مذہب اور شاعری کی کُتب کی آمد و رفت تھی۔ انھوں نے سات آٹھ برس کی عمر میں 'طلسمِ ہوش رُبا' کی ساتوں جلدیں پڑھ ڈالیں۔ وہ خود لکھتے ہیں کہ اُنھوں نے بچپن ہی میں مطالعہ کے بے حد شوق کی بنا پر اپنی عمر سے بڑی کتب چاٹ ڈالیں۔

اُن کی شعری زندگی کا آغاز بڑے ولولہ انگیز اور جوش پرور ماحول سے ہُوا۔ جغرافیہ بتاتا ہے کہ زمین کے نیچے انتہائی گرم لاوا بھاگتا پھرتا ہے اور قید سے نکلنے کی سعی کرتا رہتا ہے اور آخر کار زبردست دھماکے، آگ دھوئیں، اور زلزلے کے ساتھ پھٹ پڑتا ہے۔ اسرار ناروی کے دل و دماغ میں بھی جذبات و فکر کا جوالا مُکھی دہک رہا تھا اور جب فرنگی راج کے خلاف ہندوستان کے طول و عرض میں پے در پے آتش فشاں پھٹنے لگے تو قصبہ 'نارہ' کے اسرار احمد کا برسوں سے دیکھنے والا جوالا مُکھی بھی اسرار ناروی بن کر پھٹ پڑا۔

ع اب چھوڑ بھی دو میرا دامن لِلّٰہ نہ روکو جانے دو

کہتا ہُوا 'اسرار ناروی' اپنی محبوبہ کو دلاسا دیتے ہوئے شہادت کے لیے، وطن کی آزادی کے لیے، اپنی ایک محبت قربان کر کے ہزاروں محبتوں کو دوام بخشنے کے لیے روانہ ہوتا ہے اور کس شان سے روانہ ہوتا ہے:۔

اب چھوڑ بھی دو میرا دامن لِلّٰہ نہ روکو جانے دو
وہ دیکھو اُفق کے سینے پر لہرائے شہیدوں کے دامن
بن جائے گا لالہ زار وطن کچھ دیر میں شہدا کا مدفن
گر راہِ وفا میں کام آؤں، سیندور سے مانگ بھرے رہنا
بندی نہ مٹانا ماتھے کی، تم میری راہ تکے رہنا
میں خواب میں اکثر آؤں گا سینے میں آس رکھے رہنا
اب چھوڑ بھی دو میرا دامن لِلّٰہ نہ روکو جانے دو!

اِس ایک بند سے ہمیں تاریخِ ہندوستان، تاریخِ

سلام اور تاریخ پاکستان کے اس زرّیں باب عہدِ شہادت
زور ولولہ و جرأت اور آزادی کی تڑپ، شعور کی لپک
جذبوں کی دہک کا علم ہوتا ہے کہ ہندوستان کے طول اور
عرض میں مسلمانوں کے دلوں میں اللہ نے کیسا خون بھر دیا
تھا جس میں آگ ہی آگ تھی۔ جوشِ ایمانی، جذبۂ مسلمانی،
قوّتِ یزدانی سے بھڑکی آگ "پاکستان" وہی "پاک سرزمین"
وہی "اخوّتِ عوام" کا مرکز۔ وہی پاک، سندھ، سرحد اور
بلوچستان، کشمیر، پنجاب اور بنگال کا پاکستان!

سفر جاری رہا، کارواں بڑھتا رہا۔ ایک نئی منزل
ملی تو سفر ختم ہو گیا لیکن حبس بڑھتا رہا۔ فضائیں دھواں
دھواں ہونے لگیں اور اس کا ردِّ عمل یا اظہار اسرار کے
ہاں اس طرح سے ہوا:۔

ع تم سمجھتے ہو کہ ہے تختۂ گل میرا جہاں
وہ گھٹن ہے کہ مجھے سانس بھی لینا محال ہے

قیامِ پاکستان کے بعد پے در پے اس طرح کے
ہولناک واقعات پیش آئے کہ پاکستان بنانے والوں کے
تصوّرات ٹوٹ گئے۔ وہ جو خوش رنگ خواب بُنے گئے تھے۔
چھن سے ٹوٹ گئے۔ پاکستان میں تو آ کے احساس ہُوا کہ راستہ
ہی کھو گیا ہے لیکن وہ اسی کو اپنی منزل سمجھے ہوئے تھے۔
بھٹک گئے تو خود بھی حیران تھے۔

ے اسی جگہ کیوں بھٹک رہا ہوں
اگر یہی گھر کا راستہ ہے

'گھر' جو علامت ہے سکون، آرام، پناہ، حفاظت،
اور محبّت و اخوّت کی، لیکن اگر 'گھر' کے مکین ہی ایک
دوسرے سے مخلص نہ ہوں تو 'گھر' کے بٹوارے ہو جاتے ہیں۔
اسرار نے 'گھر' کی علامت کو بھی استعمال کیا ہے۔

ے گھر بنانا بھی اسیری ہی تو کہلائے گا
خود کو آزاد سمجھتا ہے تو یہ روگ نہ پال

اگر 'گھر' کی دیواریں اُونچی اور بے زبان ہوں
تو 'گھر' قفس بن جاتا ہے اور انسان کو روگ بن کر چمٹ
جاتا ہے۔ ایک آزاد رَو، فطرت پرست و جمال پسند
کے لیے وہ گھر قفس ہی ہے۔ جہاں اُس کے بولنے، چلنے
گھومنے، کھانے، پہننے، سونے حتّٰی کہ پڑھنے اور لکھنے
تک پر پابندی ہو۔

یہ اسرار کی ذاتی واردات ہے جو سب کے لیے
داستانِ عبرت بن چکی ہے۔ اسرار نے دھوکے کھائے
فریب سہے، یاروں کی کج ادائی اور اپنوں کی بیوفائی سہی
خلوص و ایثار کا دامن تھامے ہوئے ہر شکستہ انسان... کی
خدمت کی۔ اُسے سہارا دیا، جینے کا حوصلہ بخشا، آستین کے
سانپ پالے، ڈسے جانے کے بعد خدا سے بزبانِ خامشی
احتجاج کیا، انصاف طلب کیا اور پھر ڈسے جانے کو تیار
ہو گیا ہے

شمارِ زخم ہائے دل کہاں تک
حسابِ دوستاں ہے اور ہم ہیں

انسان کو اگر عشق ہے تو صرف اپنی ذات سے باقی
تو سب افسانہ! کیا لیلیٰ، کیا شیریں، کیا قیس اور کیا فرہاد؟
کیا امریکہ کی دوستی اور کیا روس، فرانس کی ہمدردی، سب
کے سب افسانے، جن کے تانے بانے سب ہی تارِ عنکبوت،
سب فریب، دھوکا، دامِ ہمرنگِ زمیں۔ انسان کو تھک
ہار کے یہ تسلیم کرنا ہی پڑتا ہے۔ کوئی ثابت قدم رہتا ہے

اور کوئی نیکی و بدی کے درمیان حدِ فاصل عبور کر جاتا ہے۔ بظاہر اس دور میں سچا عشق اپنی ذات ہی سے ہے۔ اسرار بھی یہ بات تسلیم کرتے ہیں ؎

ع بالآخر تھک ہار کے یارو ہم نے یہ تسلیم کیا
اپنی ذات سے عشق ہے سچا باقی سب افسانے ہیں

شاعری کی روایات میں عاشقی بھی شامل ہے بلکہ شاعری کی بنا ہی عاشقی ہے۔ اُردو شاعری اوّل تا موجودہ عہد عشق سنگین و دل نشین واردا توں سے عبارت ہے۔ کہیں میرؔ کی آہیں تو کہیں غالبؔ کی انا، کہیں شیفتہؔ کی شیفتگی اور کہیں آتشؔ کی شعلہ بیانیاں، کہیں ہجر و فراق، کہیں قرب و وصال، کہیں رونا اور آہ و زاری۔ کہیں ہر دم خوشی اور سرمستی، کبھی داغؔ کی شوخیاں تو کبھی مومنؔ کی شرارتیں۔

اسرار بھی ایک عاشق مزاج، آشفتہ سر، خیرہ سر شاعر تھا۔ اس روایتی انداز کی شاعری میں بھی اسرار نے اپنی انفرادیت برقرار رکھی ہے۔ کردار کی پختگی، خیالات کی برجستگی، فکر کی شیرینی، زبان و بیان کی خوش سلیقگی، اسرار کی عاشقانہ شاعری کی خصوصیات ہیں۔ اس پر روانی شستگی، سلاست، الفاظ کی موزوں نشست و برخاست اشعار کے غازہ و سُرخی ہیں۔

چاند نے ہمارے عاشقوں کو ہمیشہ تڑپایا ہے اور بہلایا بھی ہے۔ نفسیات کے نقطۂ نظر سے بھی چاند کے اُتار چڑھاؤ، اور بڑھنے گھٹنے کا انسان کی ذہنی و نفسیاتی کیفیات پر بڑا اثر پڑتا ہے اور اُن عاشقوں کے لیے تو، جن کا محبوب چاند کی مانند کبھی آئے کبھی جائے۔ تڑپائے جی جلائے، چاند جی کا جنجال بن جایا کرتا ہے۔

؎ مہ جبینوں نے کسی کام کا چھوڑا نہ ہمیں
چاند چڑھتا ہے تو بن جاتا ہے جی کا جنجال

چاند بھی جیسے رات کو اُلجھتا ہے اور صبح پھر اگلی رات طلوع ہونے کے لیے اُفق کے پردے میں رُوپوش ہو جاتا ہے۔ اسرار کا محبوب بھی "چاند فطرت" ہے، جو ملتا ہے مگر چاند کی طرح، دُور دُور رہتا ہے، بے قرار کرتا ہے اور قریب آکر عشق کے مُنہ زور جذبات کو گزرگاہ نہیں دیتا۔ عاشق قرب کی خواہش کرتا ہے تو فردا کے وعدے پر ٹال دیتا ہے۔ ذرا سوچئے تو رات ہو، تنہائی، محبوب ہو، اور عاشق صاحب قرب کی خواہش میں تڑپ رہے ہوں، وصال کی آرزو اُنھیں جلائے دے رہی ہو اور معشوق وصل کی بات کل کی رات تک ٹال دے تو اس سے بڑھ کر ستم اور کیا ہوگا؟

شکریہ وعدۂ فردا کا مگر سوچو تو
اور کیا چیز بھلا دل شکنی ہوتی ہے

لیکن محبوب کی یہ دل شکنی، سینے کی جلن اور تیز کانٹے کی چبھن بن کر ایک مستقل کسک، ایک دردِ لادوا بن جاتی ہے لیکن یہی کسک، یہی بے قراری اور یہی جلن جینے کا چلن بھی تو ہے۔ قاتل بھی وہی، مسیحا بھی وہی، درد بھی وہ دوا بھی وہ۔

اسرار کے لفظوں میں:-

؎ کبھی قاتل کبھی جینے کا چلن ہوتی ہے
ہائے کیا چیز یہ سینے کی جلن ہوتی ہے

اس شعر میں ہائے میں جو لذت، لطافت اور رمزیت پوشیدہ ہے، وہی سینے کی جلن کو کبھی قاتل اور کبھی جینے کا چلن بناتی ہے۔ ہائے اس "ہائے" کی لذت ... یہ تو درد آشنا دل ہی جان سکتے ہیں۔ اسرار کے ہاں الفاظ کا یہ بے ساختہ، برمحل اور موزوں استعمال اُسے اساتذہ کے قریب تر کر دیتا ہے۔ اسرار کی اس "ہائے" سے ہمیں غالب کی دو "ہائیں" یاد آگئیں۔ ایک تو:-

؎ "ہائے اس چار گرہ کپڑے کی قسمت غالبؔ
جس کی قسمت میں ہو عاشق کا گریباں ہونا

اور دوسرے:-

؎ کی مرے قتل کے بعد اس نے جفا سے توبہ
"ہائے" اُس زُود پشیماں کا پشیماں ہونا!

الفاظ کی اپنی بھی ایک زبان ہوتی ہے۔ الفاظ کے موزوں استعمال سے وہ زبان بولنے لگتی ہے، لفظ بول پڑتے ہیں! لیکن ان بولتے لفظوں کو سُننے کے لیے گوشِ دل کی ضرورت ہے۔ گوشِ دلِ سوختہ، گوشِ دلِ گداختہ کی!

شعر کی لطافت کا دار و مدار خیال کی ندرت اور نزاکت پر ہے۔ جہاں گنگ لفظوں کو زباں بخشنا فنکاری ہے وہاں خیال کے حُسن، خیال کی نزاکت، خیال کے جمال کو شعر میں، نازک، جمیل انداز میں بیان کرنا اس سے بڑھ کر فنکاری ہے۔ خیال شیشوں کی دُکانداری ہے۔ ٹھیس لگی اور ٹوٹ گیا اور اس نازک، نایاب شے کو

اُسی طرح پیش کرنا' اللہ اللہ۔ ذرا دیکھئے تو اسرار کیسے شیشوں کا کاروبار کرتے ہیں۔

؎ اُس بُت کی رگِ جاں کے قریں بھی تو وہی ہے
واعظ کی سمجھ میں جو یہ آجائے تو کیا ہو!

اسرار کے خمیر میں شرارت، شوخی، بذلہ سنجی، چٹکیاں اور گدگدیاں شیفتگی و شگفتگی زیادہ تناسب سے شامل تھی شاید۔ اسرار کے شعروں میں جب اس کی ذات کا یہ پہلو اُبھرتا ہے تو داغ اور مومن کی یاد آجاتی ہے۔

سرو سا قد ہو، گیسو دراز سیاہ، چہرہ ماہتاب
بدن طوفان آمادہ سمندر، بنتے بگڑتے زاویے اک حرکت
پر سینکڑوں کسمساہٹیں اور حصارِ جسم کو توڑ کر آسمان
چھونے کی خواہش پیدا ہو۔ ایسے عالم میں تو...!!

؎ انگڑائی ہے یا جام سے اُبلی ہوئی صہبا!
ایسے میں کوئی پی کے بہک جائے تو کیا ہو

اے پری چہرہ لوگو! حُسن والو! شیشہ بدن، سیماب تن ماہ وشو، زہرہ جبینو! جامِ مئے شباب چھلکا دو۔ مئے شباب کے... رندوں، دل والوں، متوالوں، دیوانوں کو دے دو۔ جو چاہتے ہیں، جو مانگتے ہیں... تم ان پہ مہربانی کرو گے تو تمہارا کیا بگڑے گا، کچھ کمی تو نہ ہوگی اس سرتاپا گلبدن میں بھلا۔

؎ اور کس کام کی یہ گلبدنی ہوتی ہے

اسرار اُنھیں، اُن سنگدلوں، شیریں دہاں، اور سیم تناں کو "گلبدنی" کا مصرف سمجھتا رہا مگر... شاید اُسے گلوں سے "شہد" نہیں ملا۔ تب ہی تو جل کے کہتا ہے:۔

؎ اِس سن و سال پہ نازاں ہو مگر سوچو
وقت کے پاؤں کی زنجیر نہیں ہیں مہ و سال
اے ماہ وشو، گلبدنو، عشوہ طرازو!!
تم کو بھی کوئی گریو نہی ترسائے تو کیا ہو!

اگر ماہ وش، گلبدن، سیم تن اپنے سن و سال، حُسن اور جمال، جمال کے جلال پر نازاں نہ ہوں تو کون کوہِ بے ستوں کاٹے، کون صحرا چھانے، کون شیشے سے سر ٹکرائے اور کون پتھر کھائے اور اپنے ہی خون میں نہائے۔

اسرار کے رومانوی شعروں کی ذو معنویت، صاف چھپتے بھی نہیں، سامنے آتے بھی نہیں والی کیفیت، لذت آمیز رمزیت، اَدھ کھُلی بات کا بیان، اشارے، کنائے بڑا لطف پیدا کرتے ہیں۔ اسرار کے بعض پڑھنے والوں نے تو اسرار سے اُن کی تشریح بھی چاہی۔ اسی سلسلے میں ایک واقعہ تحریر کرتا ہوں۔

کسی صاحب نے اسرار نارویؔ کو خط لکھا اور وضاحت چاہی، درج ذیل شعر کی:۔

؎ تجھ سے پہلے تو بہت سادہ و معصوم تھا دل
تجھ سے بچھڑا تو کئی بار گنہگار ہوا!

پوچھا اُن صاحب نے کہ "آج کل کون سا نمبر چل رہا ہے۔ مبہم باتیں نہ کیا کیجئے۔ ہر گناہ کی تفصیل ضروری ہے اور یہ تفصیل نثر میں پیش کیجئے۔ مزہ آجائے گا۔"

اسرار نے جواب دیا۔ "بھائی جی! یہ شعر "یادوں کی بارات" کا مخفف نہیں ہے۔ خدا کی پناہ... آپ نجانے کیا سمجھ بیٹھے۔ میاں! یہ دل کی باتیں ہیں۔ میری نہیں... دل بے چارہ... دیکھے، چاہے اور گھٹ گھٹ کر رہ جائے۔"

اسرار نارویؔ کی یہ باتیں... دل کی باتیں... دل والوں ہی کے لیے ہیں۔ اسرار نارویؔ خود چلے گئے مگر اپنی شوخیاں چھوڑ گئے۔ اسرار... اے اسرار! اب تمہارے دل کی باتیں کون سمجھائے گا؟ ہم کس سے پوچھیں گے تمہارے "گناہوں" کی تفصیل؟ آہ اسرار! تم نے بہت ہی عجلت دکھائی پھر یہ اتنی شوخ و شنگ باتیں کیوں چھوڑ گئے یہ تو اور بھی کاٹتی ہیں۔ تمہاری یادیں اور تمہاری باتیں مل کر ہمیں تڑپاتی ہیں اسرار! تم کہا کرتے تھے۔

؎ جو کہہ گئے وہی ٹھہرا ہمارا فن اسرار
جو کہہ نہ پائے نجانے وہ چیز کیا ہوتی

کاش اسرار! تم وہ ان کہی بھی کہہ جاتے... تم نہیں ہو تمہارا فن، تمہارا سرمایہ زندہ ہے... ہاں ہمیں رونا نہیں چاہیئے۔ کون کہتا ہے تم چلے گئے۔ تم تو اپنی خواہش کے مطابق تھک کر آرام کرنے وہاں گئے ہو "جہاں کوئی نہ ہو"! اور تم زندہ رہو گے۔ اُس وقت تک جب تک انسان میں پڑھنے لکھنے کا شوق زندہ ہے۔ اُس وقت تک جب تک پیار، محبت زندہ ہے، اس وقت تک جب تک ہنسی زندہ ہے، شوخی اور شگفتگی زندہ ہے... تم زندہ رہو گے... تم زندہ رہو گے...!